بشریٰ فرخ کی نظموں کا موضوعاتی جائزہ

نادیہ حسین، پی ایچ۔ڈی سکالر شعبہ لسانیات وادبیات (اُردو) قرطبہ یونیورسٹی سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور
ڈاکٹر تحسین بی بی، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ لسانیات وادبیات (اُردو) قرطبہ یونیورسٹی سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور

Abstract:

Bushrah Farakh is a well-known and vanguard poet of Pashto, Hindko, and Urdu languages among all the Urdu Language Poets of Khyber Pakhtunkhwa. She Worked on the important Urdu genre particularly poem verse and let the Urdu poem met with luck in to many models. Many poetical collections of her have been published so for in which many topical facets have been included. Ambition, sentiments, life problems, romance, memories, nature and many other aspects of woman's life have been found in Bushrah Farukh's Poetry. She has reflected her surrounding life quite nicely in her poems and poetry. Each aspect of her poems reflects a depth and the same topical diversity has become a cause of her honour and identity. In the following reading article, her poems shall be revised topic wise and a new model will be disclosed.

کلیدی الفاظ:

دبستان پشاور، دشت، چمن، شعور، لطیف احساس، قوم، آفاقی، جمالیات، معاشرتی تہذیب، صوفی، قومی وبین الاقوامی۔

بشریٰ فرخ اُردو شاعری کے حوالے سے ایک بہت بڑا نام ہے۔ آپ دبستان، پشاور کی نمائندہ شاعرہ ہیں۔ یوں تو وہ غزل و نظم نگاری کی اچھی شاعرہ ہیں لیکن نظم گوئی میں ان کو خاصی مہارت حاصل ہے۔ نظم گوئی کے حوالے سے پروفیسر احتشام حسین لکھتے ہیں:

> "نظم لفظ مختلف سلسلوں میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا آیا ہے، کبھی غزل کو الگ کر کے باقی تمام اصناف کو نظم کہہ دیتے ہیں لیکن جب نظم کا لفظ شاعری کی ایک خاص صنف کے

لیے استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے اشعار کا ایسا مجموعہ جس میں ایک مرکزی خیال ہو، اس کے لیے کسی موضوع کی قید نہیں اور نہ اس کی ہیئت متعین ہے۔ ایسی نظموں کو اُردو کی قدیم اصنافِ ادب سے الگ ہی رکھا جاتا ہے جن کی ایک علیحدہ پہچان اور تاریخ ہے جیسے مثنوی، قصیدہ، مرثیہ، رباعی۔۔۔۔۔۔ نظم کا لفظ جب شاعری کی ایک مخصوص صنف کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے وہ نظمیں مقصود ہوتی ہیں جن کا کوئی حسین موضوع ہو اور جن کا فلسفیانہ، بیانیہ یا مفکرانہ انداز میں شاعر نے کچھ خارجی اور داخلی دونوں قسم کے تاثرات پیش کیے ہوں"۔(۱)

پروفیسر احتشام حسین کے قول کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ نظم کا موضوع حسین ہونا چاہیے۔ اس میں داخلی اور خارجی دونوں قسم کے عناصر اور اس کے اثرات اور تسلسل ہونا چاہیے۔ اسی تناظر میں ہم بشریٰ فرخ کی نظموں کا موضوعاتی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

بشریٰ فرخ کی نظم نگاری صوبہ خیبر پختونخوا کی شاعری میں خوبصورت اضافہ ہے۔ آپ 14 فروری 1954ء کو پشاور کے علاقے کریم پورہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کا ایک بڑا حوالہ ریڈیو پاکستان بھی ہے۔ پاکستان ویمنز رائٹرز فورم کا قیام 1995ء میں ہوا۔ جس کا مقصد تمام خواتین رائٹرز کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا تھا۔ آپ اس فورم کی صدر منتخب ہوئیں اور تاحال یہ ادبی عہدہ آپ کی زیر نگرانی آگے بڑھ رہا ہے۔

حالات کو سمجھنے کے لیے جس شعور کی ضرورت ہوتی ہے۔ قدرت نے ان کو عطا کیا ہے۔ ہر طرح کے دکھ، غم و خوشی کو سمجھتے ہوئے بُشریٰ فرخ اس معاشرے میں وقت گزار رہی ہیں اور اس دشت میں برسہا برس بھٹکنے والوں سے بہت آگے نکل گئی ہیں۔ اس ضمن میں پروفیسر راج ولی خٹک نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا:

"بُشریٰ فرخ ایک باشعور اور مہذب خاتون ہے۔ باشعور سے مراد سماجی شعور نہیں نہ ہی مہذب سے میرا مطلب معاشرتی تہذیب ہے۔ وہ بڑی سلیقمند خاتون ہے۔ شعور سے میری مراد ادبی شعور ہے کیونکہ ادبیت کے اپنے اخلاقی تقاضے ہوتے ہیں جیسے کہ اُن کا یہ شعر ہے۔

وہ جس کی یاد میں اک عمر کو تمام کیا
یہ انتساب بھی دل نے اُسی کے نام کیا

اسی انتساب سے بُشریٰ فرخ کے جذبوں کا پتہ چلتا ہے کہ اس قیامت نے مجھے اپنے حصار سے باہر نکلنے پر مجبور کیا۔ایک لحاظ سے بُشریٰ فرخ بڑی نرم مزاج خاتون ہیں جو مردانہ وار محبت کی جنگ بھی لڑ رہی ہے اور حالات کا مقابلہ بھی کر رہی ہے اور پیار کے تقاضے بھی نبھا رہی ہے"(۲)

آپ کی شخصیت میں انسان دوستی بنیادی حوالہ ہے۔ پہلی ہی ملاقات میں اپنائیت کا احساس دلاتی ہیں۔ اس حوالے سے ممتاز شاعر خالد مجید نے ان کے بارے میں کچھ یوں فرمایا:

"بُشریٰ فرخ کی شخصیت کی طرح ان کی شاعری میں بھی تکلفات، تصنع اور بناوٹ نہیں اس کی شاعری سچائیوں،امن و محبت اور انسان دوستی کی شاعری ہے"۔(۳)

بُشریٰ فرخ کو اُردو، ہندکو، پشتو زبانوں پر عبور ہونے کی بنا پر ان کی گفتگو میں عالمیانہ شان ہر جگہ نمایاں ہوتی ہے۔ مزاج میں دھیما پن اور ٹھہراؤ ہے۔ ان کی گفتگو کا انداز گو بڑے محتاط انداز لیے ہوتا ہے جس سے کسی کی دل آزاری کا خیال تک نہیں ہوتا۔اس بارے میں "ہم ذوق" رقم طراز ہے:

"بُشریٰ فرخ قومی سطح کی شاعرات میں شمار ہوتی ہیں۔ اُردو، ہندکو زبان میں (7) کتابوں کی مصنفہ ہیں۔ انہوں نے بہت کم عرصے میں شہرت اور مقبولیت حاصل کی ہے۔ ان کی شاعری سادہ، رواں اور میٹھی ہے، جذبات میں ڈوب کر لکھتی ہیں۔ مزاج دھیما ہے، خیال مدھر ہیئے، لہجہ کومل ہے، الفاظ سقیل ہیں اور انداز خوبصورت ہے"۔(۴)

بنیادی طرو پر بُشریٰ فرخ محبت کی شاعرہ ہیں۔ ان کی نظموں میں یہی عنصر کار فرما ہے۔ گوہر نوید اسی حوالے سے لکھتے ہیں:

"بُشریٰ فرخ کی نظم میں محبت کا سفر ذات سے شروع ہو کر ذات پر ہی ختم ہوتا ہے۔ اس میں کائنات کے دیگر گھمبیر مسائل کا ادراک نہیں ہے"۔(۵)

اسی حوالے سے وہ لکھتی ہیں:

؎ محبت کی فسوں کاری نظر کیا آئے باہر سے
یہ دیمک تو بدن کو چاٹتی رہتی اندر سے(۶)

بُشریٰ فرخ کی نظموں کے موضوعات میں عورت کا حوالہ جابجا ملتا ہے۔ وہ خود عورت ہیں اور عورت ہونے کے ناطے وہ ہر عورت کے جذبات، احساسات، خواہشات، مشکلات اور دکھ درد سے باخبر ہیں، انہوں نے بیٹی، بہن، بیوی اور ماں کا فرض نبھاتے ہوئے ہر عورت کے احساسات کو محسوس کیا ہے۔ اس لیے انہوں نے مختلف نظموں میں عورت اور نوجوان لڑکیوں کو اس معاشرے کے مردوں سے بچنے کی تلقین کرتی ہیں جو عورت کو محبت کے جال میں پھنسا کر اُن کی معصومیت چھین لیتے ہیں لکھتی ہیں:

؎ وہ اک نیک اطوار لڑکی جو تھی
فرشتوں سے بڑھ کر معصوم
بڑی پاک دامن، بہت مذہبی
نظر میں حیا، دل میں پاکیزگی
اُسے مان تھا حشر کے روز بھی
تقدس کی دیں گے گواہی سبھی
محبت کے دھوکے میں آ ہی گئی
کہ وہ!
آخر ایک انسان تھی(۷)

یادیں بُشریٰ فرخ کے ہاں شاعری کی روح ہیں۔ ان کا یہ موضوع نظم میں بھی موجود ہے۔ آپ کبھی سوچوں کی ٹھہری ہوئی جھیل میں دائرے بناتی ہیں۔ کبھی شاعری کے چمن میں آوارہ بادلوں کی طرح اڑتی دکھائی دیتی ہیں اور کبھی شوخ چنچل چڑیا کی طرح برگد شاخ پر چہچاتی سنائی دیتی ہیں۔ یادوں کو تازہ کر دینے والی اس پھوار نے بُشریٰ فرخ کی شاعری میں لطیف احساس بن کر جذبوں کو خوبصورت بنا دیا ہے۔ ان کی نظم "یاد" میں گزرے ہوئے دنوں کا حوالہ بڑی خوبصورتی سے دیا گیا ہے اور خوبصورت یادیں ہر سو اپنا جال بچھائے بیٹھی ہیں لکھتی ہیں:

وہ چند دن تھے کہ چند ہفتے کہ کچھ مہینے
جب ایک سپنا سا ہم نے دیکھا
کہ تم جو پاگل سے ہو رہے تھے میرے لیے تو
تمہارے جذبوں کی آنچ نے مرے تن مَن کو چھو کر
مجھے بھی دیوانہ کر دیا تھا۔(۸)

سیّد نصرت زیدی ان کی نظم کے حوالے سے لکھتی ہیں:

"بُشریٰ فرخ کی ادبی زندگی کی مختلف جہتیں ہیں مجھے اُن کی غزلوں کے علاوہ نظموں نے زیادہ متاثر کیا ہے۔ بُشریٰ فرخ کی نظمیں سچے انسانی جذبوں اور آدرشوں کی خوبصورت تصویروں کو پیش کرتی ہیں"۔(۹)

بُشریٰ فرخ کی نظموں کا ایک موضوع فطرت نگاری بھی ہے۔ ان کی نظمیں فطرت کے ساتھ انسانی رشتوں کی ایک خوبصورت داستان کہتی ہیں۔ اس داستان میں ادھورے پن کا احساس ہے۔ دھوپ اور پیاس کی شدتیں ہیں، الم ناکی اور محرومیت ہے، مہر و وفا کی نرمیاں ہیں، گرد و غبار ہے، تاریکیاں ہیں، اداسیاں ہیں، ہجر ہے، محبتیں ہیں۔

ان کی نظمیں ساحل پر رقص شرر کی ترغیب دیتی ہیں۔ ان کی یہ نظمیں بادبان کھلونے اور ہواؤں کی تندی آزمانے کا حوصلہ دیتی ہیں جیسے نظم "بہروپ" انہی جذبوں کی عکاسی ہے کہ:

ے تمہارے ساتھ گزرا
کوئی لمحہ
کوئی پل

گرم جھونکا
جب میرے احساس کو چھو کر گزرتا ہے
تو زندگی کی تپش ناقابل برداشت ہو جاتی ہے۔(۱۰)

عصری شعور کم و بیش ہر شاعر کی تخلیقات میں کسی نہ کسی طرح موجود ہوتا ہے۔ کوئی بھی حسّاس انسان اپنی ذات سے باہر اٹھنے والی لہروں کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا، اپنی ایک نظم جس کا عنوان ہے "وہ ہو گیا ناں" میں لکھتی ہیں:

ـــــ وہ اک لمحہ
جواب تک منجمد ہے برف ذاروں میں خیالوں میں کہا تھا تم سے جب میں نے
کہیں ایسا نہ ہو ساجن
کہ اک دن
تیرا دل بھر جائے مجھ سے (۱۱)

بشریٰ فرخ جب زندگی کو دیکھتی ہیں تو پھلوں، جھیلوں، پرندوں، چاند، تتلیوں کے تناظر میں دیکھتی ہیں۔ ان کا دل ایک صوفی کا دل ہے۔ جس میں بغض، کینہ، حسد اور خود غرضی جیسی کانٹے دار جڑی بوٹیاں جُڑ ہی نہیں سکتیں۔ ان کی جگہ وہ محبت کی آبیاری کرتی ہیں۔ دوسروں کی نفسیاتی کمزوریوں اور خطاؤں کو خوش دلی سے در گزر کرنا، ان میں اچھائیاں تلاش کرنا ان کا شیوہ ہے۔

بشریٰ فرخ کی نظموں کا ایک موضوع اس دنیا کے معاشرے کی خباثتیں بھی ہیں۔ جن کے بارے میں وہ گہرا احساس رکھتی ہیں اور حُسن کے حوالے سے تو اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ ہر احساس دل اس دنیائے سادہ کو حسین اور خوبصورت دیکھنا چاہتا ہے اور اس کی خوبصورتیوں میں کمی برداشت نہیں کر سکتا مگر یہ دنیا اتنی حسین نہیں، اتنی خوبصورت نہیں ہے۔ اس کی خباثتیں اور اس کی کمینگیاں، اس کی بدصورتیاں کسی بھی حسّاس دل کو خون کے آنسو رولانے کے لیے کافی ہیں۔ اسی حوالے سے ان کی نظم "آغاز سے انجام تک" میں وہ لکھتی ہیں:

ـــــ کسی لڑکی نے اپنے چاہنے والے سے یہ پوچھا
ادا بھائی تھی میری کون سی تم کو

تو وہ بولا
کہ پہلی بار
جب تنہا میری کمرے میں تو آئی
تو(۱۲)

اس نظم میں تلخ حقائق کو بیان کیا گیا ہے۔ڈاکٹر ریاض مجید ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ سب معاشرے کے تلخ حقائق اور بکھری ہوئی حقیقتیں ہیں جن میں بے بسی کے کردار بھی ہیں اور ناکام امیدیں، حسرتیں، تشنہ گام آرزوئیں، مر کر بھی پورے نہ ہونے والے ارمان وغیرہ جن کو بشریٰ فرخ کے بے رحم اور سفاک اور بے باک قلم نے یکجا کر کے صفحہ قرطاس پر بکھیر دیا ہے"۔(۱۳)

ان کی نظموں میں پڑھنے والوں کے لیے ایک پیغام ہے جو زندگی کے خیر بخش رویوں سے عبارت ہے جس میں اس معاشرے کی بے بسی اور بے مروتی کے عوض جوابًا بے حسّی اور بے مروتی سے روکا گیا ہے۔ان کی نظمیہ شاعری میں یہی پیغام ملتا ہے کہ بے وفا کے لیے بس زندگی کی نعمتوں کو برقرار رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ بھلے سے ہماری وفا کا جواب وفا سے دے نہ دے ہمارا رویہ اس کے ساتھ خیر خواہ کا ہونا چاہیے۔اس بات کا اندازہ ان کی نظم "بدلہ یوں بھی لیتے ہیں" میں موجود ہے:

ے کوئی انسان
اگر چاہے
کہ وہ محبوب کی اک جُنبش ابرو پر سے کچھ وار دے
اس کے ایک ادنیٰ سے اشارے پر
زمانے بھر کی خوشیاں اس کے قدموں میں بچھا دے
وہ!
مگر مجبوریوں کی قید میں جکڑا ہوا ایسے
کچھ نہ کر پائے
تو کیا
بدلے میں لازم ہے

کہ !

اس سے سانس لینے کو ہوا بھی چھین لی جائے"۔(۱۴)

یہ نظم ذاتی، علاقائی اور آفاقی ہر سطح پر اپنا جداگانہ مفہوم رکھتی ہے۔اس میں معاشرے کے اس خیال کو پیش کیا گیا ہے۔ ہر ایک کا مسئلہ کسی علاقے یا ملک کا ہوتا ہے۔ کسی انفرادی غلطی پر کیا اس کی پوری قوم کو ہلاک کر دیا جائے۔ یہی سے یہ نظم آفاقی حدوں کو چھوتی ہے کہ اگر کسی قوم کے باشندے سے کوئی غلطی یا گناہ ہو جائے تو کیا اس کی پوری نسل تباہ و برباد کر دی جائے۔

محبت خان ان کی شاعری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"بشریٰ فرخ کی ہر نظم، غزل میں اور ہر مصرعے میں ان کا کرّب نمایاں نظر آتا ہے۔ بشریٰ فرخ کی شاعری کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ انہیں شاعری میں نثری امور کا ملکہ حاسل ہے۔ وہ نثر میں بھی شاعری کرنے کی مہارت رکھتی ہیں"۔(۱۵)

بشریٰ فرخ ایک صاحب اسلوب شاعرہ ہیں۔ وہ اپنی نظموں میں جو خیال پیش کرتی ہیں وہ سچائی اور خلوص پر مبنی ہوتا ہے۔ زندگی کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں معاشرتی اور جمالیاتی حسّیات، جذبوں اور خوابوں کی خوشبو اور دوسرے کئی حیران کن رویّوں کی انہوں نے ایسی تصویر بنائی جو اپنی دلکشی اور دیر پا تاثر کے ساتھ اپنی انفرادیت سے تازگی اور مسرت عطا کرتی ہیں۔

ان کی نظم گوئی کے مطالعے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ ان کی نظموں میں جو تجربہ بولتا ہے وہ روزمرہ زندگی کا مشاہدہ ہے۔اس حوالے سے پروفیسر منور رؤف صاحبہ کا کہنا ہے کہ:

"بشریٰ کی شاعری کا مطالعہ ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ شاعرہ نے عصر حاضر کے تقاضوں، اپنے معاشرے کی قدروں اور اپنے ساتھیوں کے رویوں کو بڑی متانت سے پرکھا"۔(۱۶)

ان کی خوبصورت نظمیں تخیل اور تخلیقی ہنر پر مبنی ہیں۔ ان نظموں میں لطیف احساسات کے ساتھ ہجر اور دکھ کی کہانی موجود ہے۔

ان کی نظم نگاری کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نئے منفرد لہجہ کی شاعری ہیں جس اپنے لہجے کی توانائی اور انفرادیت کا بھرپور ادراک و احساس ہے اور اس احساس نے انہیں تمکنت عطا کی ہے۔ ان کی نظموں میں جگر موزی اور دل خراشی کا ہے۔ ان کی نظمیں اس کا اظہار ہیں۔ ان کی نظم "سنجوگ" اس کا خوبصورت اظہار ہے:

ے لاکھ چاہوں، سمجھ نہ پاؤں
کیسا ہے یہ لوگ
یوں بھی اکثر ہوتا ہے
دل کے بہتے ساگر میں
اک طوفان اٹھا دیتا ہے
لمحوں کا سنجوگ (۷)

بشریٰ فرخ نے جہاں اندرون ذات کے محسوسات کو بیان کیا ہے وہیں بیرونِ ذات اور اپنے مشاہدات کو بھی اپنے اشعار میں ڈھالا ہے۔ ان کی نظمیہ شاعری زندگی کی ان انمول جمالیاتی قدروں پر مشتمل ہے۔ جس کا ادراک بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ یہی سبب اُن کی بالغ النظر ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اسی طرح یہ سارے موضوعات بشریٰ فرخ کی نظموں میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ان کے مشاہدے کی سچائی، جذبے کی وحدت، احساس کا کرّب اور تجربے کی تلخی شدید اور مؤثر ہے۔ یہی انداز ان کی نظم "مقروض" میں نظر آتا ہے۔ لکھتی ہیں:

ے وہ کچھ لمحے کہ تیری چاہتوں کے
قرض ہیں مجھ پر
کہ جن لمحوں میں تیرے پیار کی شبنم
دل و جان کو نئی اک تازگی دیتی تھی

قطرہ قطرہ گرتی تھی
کہیں وہ روح کے اندر
مگر یہ سوچتی ہوں میں
نجانے کب کہاں اور کس جگہ جاناں۔(۱۸)

ان کی نظموں کے موضوعات اور شاعری کے مطالعے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی شاعری سچائیوں، امن اور انسان دوستی کی شاعری ہے۔ زمین اور اس پر بسنے والے انسانوں سے محبت اور لگاؤ ان کی تخلیقی کاوشوں کی بڑی بنیادی خصوصیت ہے۔ انہوں نے جو کچھ لکھا، کہا سلیقے اور زبان کے رکھ رکھاؤ کے ساتھ کہا ہے جس میں تاثر بھی ہے اور دلکشی بھی۔

انہیں اپنے تجربوں اور مشاہدوں کو فکر و فن کے سانچے میں ڈھالنے کا سلیقہ آتا ہے اور وہ روزمرہ کی زندگی اور اس کے مسائل کو لب اظہار کرنا جانتی ہے۔ فکر کی ندرت، فن کی شائستگی، اظہار کی متانت اور ان کے لہجے کی انفرادیت جدید اُردو شاعری میں ان کے اعتبار کی متانت ہے

اُردو شاعرات کی بظاہر تیزی سے بڑھتی ہوئی مگر محدود صنف میں بشریٰ فرخ ایک ایسی باکمال شاعرہ کے طور پر سامنے آتی ہیں جن سے بے شمار توقعات وابستہ کی جاسکتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ عابد علی عابد، اصول انتقاد ادبیات بحوالہ اصنافِ ادب، ابوالاعجاز صدیقی، سنگت پبلشیر لاہور، 2012ء، ص:5
۲۔ بزم بہار ادب پشاور کی طرف سے بشریٰ فرخ کے مجموعہ کی اشاعت پر، پروفیسر راج ولی خٹک کا انٹرویو۔
۳۔ خالد مجید، روزنامہ اوصاف، 12 اگست 2004ء، ص:75
۴۔ مجلہ "ہم ذوق" حلقہ ارباب ذوق پشاور کا ترجمان، یکم جون، 2016ء۔
۵۔ گوہر رحمان نوید، صوبہ سرحد میں اُردو ادب، یونی ورسٹی پبلی کیشنز، پشاور، ص:166
۶۔ بشریٰ فرخ، جدائی بھی ضروری، دی پرنٹ پرنٹرز پشاور، ص:15
۷۔ بشریٰ فرخ، ادھوری محبت کا پورا سفر، ایڈرٹائزنگ پروموشنل سرورز پشاور، 2005ء، ص:90

۸۔بشریٰ فرخ،اک قیامت ہے لمحہ موجود،ملت ایجوکیشنل پرنٹرز لاہور،ص:167
۹۔سیّد نصرت زیدی،روزنامہ جنگ،روالپنڈی،بدھ 11 اگست 2004ء۔
۱۰۔بشریٰ فرخ،بہت گہری اداسی،ایڈرٹائزنگ پر مونشل سروز پشاور،2005ء،ص:192
۱۱۔بشریٰ فرخ ادھوری محبت کا پورا سفر،ایڈرٹائزنگ پر وموشل سروز پشاور،2005ء،ص:91
۱۲۔بشریٰ فرخ،بہت گہری اداسی ہے،ایڈرٹائزنگ پر مونشل سروز پشاور،2005ء،ص:17
۱۳۔تبصرہ،ڈاکٹر ریاض مجید،غیر مطبوعہ
۱۴۔بشریٰ فرخ،ادھوری محبت کا پورا سفر،ایڈرٹائزنگ پر وموشل سروز پشاور،2005ء،ص:18
۱۵۔محبت خان بنگش،روزنامہ پاکستان اسلام آباد،بدھ 2 اگست 2000ء
۱۶۔پروفیسر منور رؤف،روزنامہ سرحد پشاور،27 ستمبر 2012ء
۱۷۔بشریٰ فرخ،اک قیامت ہے لمحہ موجود،ملت ایجوکیشنل پرنٹرز لاہور،2000ء،ص:161
۱۸۔ایضاً،ص:39